حدیث نبوی

اور

نیچری و عیسائی

(از مولانا محمد حسین بٹالویؒ)

(۲)

اس عنوان سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا حجیت حدیث پر ایک پر مغز مقالہ ہے جو ان کے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شائع ہؤا تھا جس کی پہلی قسط گذشتہ شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ جو اس امر کی پہلی شہادت پر ختم ہوئی تھی کہ احادیث کے روایت کرنے والے صحابہ و تابعین کی اکثریت نے روایت بالمعنی کے جواز سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ حتی الامکان باللفظ ہی حدیثیں روایت کی ہیں ——— آج دوسری شہادت پڑھئے۔

شہادت دوم بعض احادیث میں ہم صاف دیکھتے ہیں کہ راوی دو لفظ مترادف (ہم معنی) سے ایک کے ذکر پر اکتفا نہیں کرتا اور دوسرے لفظ کو (باوجودیکہ اس کے معنی پہلے لفظ میں آجاتے ہیں) ترک نہیں کرتا اور شک و تردد کے ساتھ یوں کہتا ہے کہ آنحضرت یا صحابی یا اوپر نیچے کے راوی نے یوں کہا ہے یا یوں فرمایا اور بعض راوی جو الفاظِ حدیث میں تردد و شک ظاہر نہیں کرتے وہ اس کے آخر میں یہ الفاظ کہہ دیتے ہیں او کما قال و ھکذا او نحوہ یعنے جو ہم نے روائت کیا ہے بعینہٖ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ یا اس کی مثل باہم شکل کچھ اور فرمایا ہے جیسا کہ

کان ابو الدرداء اذا حدث	ابو الدرداء (صحابی) سے مروی ہے کہ جب وہ
بحدیث عن رسول اللہ صلعم قال ھذا	آنحضرت سے حدیث نقل کرتے تو فرماتے کہ آنحضرت
ونحوہ او شبیھہ او شکلہ	نے یہ فرمایا اس کی مثل یا مشابہ یا ہم شکل کچھ اور۔
ان ابن مسعود اذا حدث عن رسول	نیز ابن مسعود (صحابی) سے نقل ہے کہ جب وہ آنحضرت سے

الله صلعم فی الایام تربد وجهه وقال هكذا او نحوه

حدیث نقل کرتے ان کا چہرہ خوف کی کمی بیشی سے متغیر ہو جاتا اور وہ حدیث بیان کر کے یہ کہہ دیتے ایسا ہی یا اس کی مانند آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

وکان انس قلیل الحدیث عن رسول الله صلعم وکان اذا حدث عن رسول الله صلعم قال اوکما قال رسول الله (اخرج هذه الآثار الثلثة الدارمی فی کتابه المشهور بالمسند)

نیز انس رض (صحابی) آنحضرت سے (کمی بیشی و تغیر کے خوف سے) کم روایت کرتے اور جب حدیث روایت کرتے یہ بھی کہہ دیتے یا ایسا ہی کچھ اور آنحضرت نے فرمایا ہے ان تینوں آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

عن فاطمة عن اسماء عن النبی صلعم فاوحی الی انکم تفتنون فی قبورکم مثل او قریب لا ادری ای ذالك قالت اسماء من فتنة المسیح الدجال یقال ما علمك بهذا الرجل فاما المومن او الموقن لا ادری ای ذالك قالت اسماء فیقول هو محمد رسول الله جائنا بالبیّنات والهدی واجبنا ه و اتبعنا ه هو محمد نبینا فیقال نم صالحا قد علمنا ان کنت لموقنا به واما المنافق المرتاب لا ادری ای ذلك قالت اسماء الخ صحیح بخاری

ایسے ہی فاطمہ بنت المنذر (تابعیہ) سے صحیح بخاری میں ایک حدیث منقول ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ قبر میں مومن اور منافق سے پوچھا جاوے گا کہ تو اس شخص (محمد رسول اللہ) کو کیا جانتا تھا مومن کہے گا میں ان کو رسول جانتا تھا منافق کہے گا افسوس میں نہیں جانتا اس حدیث میں فاطمہ نے لفظ مومن کے ساتھ لفظ موقن کو (جس کے معنی یقین کرنے اور ایمان لانے والے کے ہیں) اور منافق کے ساتھ لفظ مرتاب کو (جس کے معنی شک کرنے اور مذبذب ہونے والے کے ہیں جو شک و نفاق کی صفت ہے) ذکر کیا اور ایک لفظ پر اکتفا نہ کیا۔

عن عبد الله قال حبس المشرکون رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صلوة العصر حتی احمرت الشمس او اصفرت فقال رسول الله صلعم شغلونا عن

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رض سے صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ (خندق کے روز) مشرکین نے آنحضرت کو نماز عصر سے روک رکھا۔ یہاں تک کہ آفتاب سرخ یا زرد ہو گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالی ان کے

الصلوٰۃ ملأ اللہ اجوافھم وقبورھم

پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھرے۔

او حشی اللہ اجوافھم وقبورھم ناراً (صحیح مسلم)

اس حدیث میں ابن مسعود نے بھرنے کے معنی میں لفظ ملأ اور حشی دونوں کا شک کے ساتھ استعمال کیا۔ دونوں میں سے ایک لفظ کو باوجود ہم معنی ہونے کے نہ رہنے دیا۔

عن عبید بن عمیر انہ حدث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المنافق مثل الشاۃ بین الربضین او بین الغنمین فقال ابن عمر لا انما قال کذا وکذا۔ وکان ابن عمر اذا سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فیہ ولم ینقص منہ ولم یجاوزہ ولم یقصر عنہ

نیز ابن عمر (صحابی) سے دارمی نے روایت کیا ہے کہ عبید بن عمیر نے ان کے سامنے آنحضرت سے یہ حدیث نقل کی کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں میں پھرتی رہتی ہے۔ اور ریوڑوں کی جگہ لفظ ربضین اور غنمین دونوں کو شک کے ساتھ استعمال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا یوں نہیں۔ آنحضرت نے ایسا فرمایا۔ آپ کی عادت تھی کہ جب وہ آنحضرت سے حدیث روایت کرتے تو اس میں کچھ کمی زیادتی نہ کرتے۔

عن ابن عون قال کان الشعبی والنخعی والحسن یحدثون بالحدیث مرۃ ھکذا ومرۃ ھکذا فذکر ذلک لمحمد بن سیرین فقال اما انھم لو حدثوا بہ کما سمعوہ لکان خیرا لھم

نیز محمد بن سیرین (تابعی) سے دارمی نے نقل کیا ہے کہ ابن عون نے ان سے کہا کہ شعبی اور نخعی اور حسن بصری کبھی حدیث کو ایک طرح روائت کرتے ہیں کبھی اور طرح پر۔ ابن سیرین نے کہا کہ اگر وہ ویسی ہی روایت کرتے جیسے سنتے ہیں تو ان کے لئے یہ امر بہتر ہوتا۔

عن ابی معمر قال انی لاسمع الحدیث لحنا فالحن اتباعا لما سمعت

ایسی ہی ابو معمر (تابعی) سے دارمی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں لفظ حدیث میں کچھ غلط سنتا ہوں تو اس کو بلحاظ اتباع سماع ویسی ہی غلط روایت کر دیتا ہوں

اس شک وتردد سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین عموماً روایت بالمعنی پر اکتفا نہ کرتے نقل الفاظ کے سخت پابند تھے۔ اگر وہ صرف معنی پر نظر رکھتے تو وہ مترادف الفاظ سے ایک لفظ کو روایت میں ضرور ترک کر دیتے۔ ان کے اس تعامل والتزام الفاظ روائت سے (جس میں کسی قدر

تشدد بھی ہے جیسا کہ ابو معمر[1] کے فعل میں پایا جاتا ہے) یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنے کا صحابہ و تابعین میں عام رواج نہ تھا۔ اور مسئلہ جواز روایت بالمعنی پر عام عمل نہیں ہوا۔ بلکہ عام عمل اسی سے افضل اور بہتر (بلفظہ حدیث کو نقل کرنے) پر ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے جو اس جواز پر عمل کیا ہے تو نہایت کم کیا ہے اور اسمیں بھی کمال احتیاط سے شک و تردد کا اظہار کر دیا ہے۔

بعض علماء نے ان کے اس تعامل و اظہار شک و تردد سے روایت بالمعنی کا عدم جواز استنباط کیا ہے۔ مگر ہم کو اس رائے سے توافق نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا مفاد صرف اسی قدر ہے کہ روایت بالمعنی کا ان کے زمانہ میں رواج عام نہ تھا۔ ایسا ہی ہم سے پہلے علماء نے سمجھا اور فرمایا ہے۔

علامہ تفتازانی نے کتاب تلویح میں فرمایا ہے کہ:۔

الظاہر من حال عدول الصحابۃ نقل الحدیث بلفظہ ولہذا نجد فی کثیر من الاحادیث شک الراوی وانما استفاض النقل بالمعنی بتقرر الحدیث بالروایۃ والتدوین (تلویح)

صحابہ کے ظاہر حال سے حدیث کو بلفظہ نقل کرنا پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم بہت سی احادیث میں راوی کا شک پاتے ہیں۔ (یعنی اگر وہ روایت بالمعنی کا معمول رکھتے تو کسی لفظ کے اطلاق میں شک کیوں کرتے) بالمعنی روایت کا رواج عام تو پیچھے ہوا ہے جب کہ حدیث کے الفاظ روایت اور تالیف سے مقرر ہو چکے۔

ولاشک ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کانوا اکثر اعتناءً بحفظ الفاظ الحدیث بعینہا علی بذل طاقتہم فی ذالک نظراً الی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث التبلیغ عنہ فبلغہ کما سمعہ ومن شدۃ اعتنائہم فی حفظ الالفاظ شکہم وترددہم بین اللفظین و عدم اقتصارہم علی احدہا حتے

دراسات اللبیب میں کہا ہے اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام حدیث کے الفاظ بعینہا یاد رکھنے کی طرف حتی الوسع سخت توجہ رکھتے اس میں وہ آنحضرت کے اس ارشاد کو جو تبلیغ روایت کی تاکید میں آپ نے فرمایا ہے کہ "جیسی روایت سنے ویسی پہنچا دے" ملحوظ رکھتے ان کی اس سخت توجہ پر ایک یہ دلیل ہے کہ وہ دو لفظوں میں شک تردید ظاہر کرتے۔ ان میں سے ایک لفظ پر اکتفا نہ کرتے رہتی کہ ان کے اس فعل کو عدم جواز روایت

---

[1] کہ غلط لفظ سنا تو اس کو غلط ہی روایت کیا صحیح نہ کیا۔

ظن ذالك من الدليل على عدم صحته النقل بالمعنى فى اللفظين المتقاربين جداً فى المعنى كما فى حديث عبد الله بن مسعود فى حديث الوسطى ملاء الله اجوافهم وقبورهم ناراً او حشى الله اجوافهم وقبورهم ناراً۔ قال ابن عبد البر الامام ولعل لقائل ان يقول فيه متمسك لعدم رواية الحديث بالمعنى فان ابن مسعود تردد بين ملاء الله او حشى الله ولم يقتصر على احد اللفظين مع تقاربهما فى المعنى قال والجواب ان بينهما تفاوتاً فان قوله حشى الله يقتضى من التراكم وكثرة الجزء المحشو ما لا يقتضيه ملاء وقد قيل ان شرط الرواية بالمعنى ان يكون اللفظان مترادفين لا ينقص احدهما عن الاخر

بالمعنی پر دلیل سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود کی حدیث نماز وسطیٰ میں لفظ ملاء اللہ اور حشی اللہ جن دونوں لفظوں کے معنی پُر کرنے کے ہیں۔

دونوں شک کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ شاید کوئی کہے کہ اس میں روایت بالمعنی کے جائز نہ ہونے پر تمسک ہو سکتا ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لفظ ملاء اللہ اور حشی اللہ میں تردد کیا۔ ان میں سے ایک لفظ پر باوجودیکہ وہ قریب المعنی ہیں۔ اکتفا نہ کیا۔ پھر کہا اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ میں فرق ہے۔ لفظ حشی اللہ میں ٹھونسنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جو لفظ ملاء میں نہیں ہیں اور بالمعنی روایت کی شرط یہ ہے کہ دونوں لفظ معنوں میں برابر ہوں۔ ایک دوسرے سے قاصر نہ ہو۔

اس تعامل صحابہ کو اور ثقات نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان کی عبارات کو عنقریب نقل کیا جاوے گا۔ اور جس حدیث کا صاحب دراسات نے اس تعامل کی تائید میں حوالہ دیا ہے۔ اس کا پورا مضمون یہ ہے کہ:۔

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نضر الله عبدا سمع مقالتى فحفظها ووعاها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه (رواه الترمذى وابوداؤد وغيرهما)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا اس شخص کو خوش رکھے جس نے میری بات کو سنا اور پھر اس کو یاد رکھا۔ اور دوسرے کو پہنچا دیا۔ کیونکہ بہت لوگ سمجھ کی بات سننے والے خود سمجھدار نہیں ہوتے۔ اور بہت لوگ اس بات کو ایسے لوگوں کو پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے بھی بعض بزرگوں نے عدم جواز روایت بالمعنی استنباط کیا ہے چنانچہ امام رازی نے

کتاب محصول میں کہا ہے کہ :۔

احتج المخالف بالنص والمعقول اما النص فقوله رحم الله امرًا اسمع مقالتي فوعاها ثم اداها كما سمعه۔ قالوا اداءه كما سمعه هو اداء اللفظ المسموع ويصل الفقه من هو افقه منه ومعناه والله اعلم ان الافقه ربما فطن بفضل فقهه من فوائد اللفظ لما لا يفطن له الراوي لانه ربما كان دونه في الفقه (المحصول)

مخالف روایت بالمعنی کے عدم جواز پر نص اور عقلی دلیل سے استدلال کرتا ہے۔ نص تو یہی قول نبوی ہے کہ خدا تعالٰے اس شخص کو خوش رکھے جو میری بات کو سنے اور نگاہ رکھے۔ پھر اس کو جیسی سنے ویسی پہنچاوے۔ وہ کہتے ہیں جیسی سنے ویسی پہنچانا تب ہی متصور ہے جبکہ بعینہٖ سنے ہوئے لفظ کو سنا اور پہنچا دیا جاوے۔ اس میں سمجھ دار اپنی سمجھ سے وہ فوائد نکالے گا جن کو کم سمجھ راوی نہیں سمجھ سکتا۔

ایسا ہی طیبی نے کتاب خلاصہ میں اس حدیث سے عدم جواز روایت بالمعنی استنباط کیا ہے۔ ولیکن ہم کو اس استنباط سے بھی توافق نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک اس حدیث سے صرف اسی قدر مستفاد ہوتا ہے کہ حدیث کا بلفظ نقل کرنا افضل ہے اور اس افضل پر صحابہ کا (جو طاعت و اعمال فضیلت کے کمال شائق و راغب تھے) عمل رہا ہے۔ چنانچہ صاحب دراسات نے بیان کیا ہے اور اگر کسی نے احیاناً اس افضل کو ترک کر کے روایت بالمعنی کو اختیار کیا ہے تو بخوفِ تغیر مراد اس کے اخیر میں یہ کہہ دیا ہے کہ آنحضرت نے یہ فرمایا ہے۔ یا ایسا ہی کچھ اور فرمایا ہے جس سے محدثین نے ایک عام قاعدہ نکال لیا ہے کہ جو شخص بالمعنی روایت کرے وہ اس کے اخیر میں ایسے الفاظ کہہ دیا کرے چنانچہ امام ابن الصلاح کی کتاب علوم الحدیث میں فرمایا ہے۔

السادسة ينبغي لمن روى حديثا بالمعنى ان يتبعه بان يقول او كما قال او نحوه وما اشبه ذلك من الالفاظ روى ذلك عن ابن مسعود وابي الدرداء و انسؓ قال الخطيب والصحابة ارباب اللسان واعلم الخلق بمعاني الكلام ولم يكونوا

جو شخص حدیث کو بالمعنی روایت کرے اس کے اخیر میں ایسے الفاظ کہہ دیا کرے کیونکہ یہ الفاظ ابن مسعود و ابی الدرداء و انس وغیرہ سے مروی ہیں خطیب بغدادی نے کہا ہے۔ صحابہ اہل زبان عرب تھے۔ اور سب لوگوں سے معنی کلام عرب کو زیادہ جاننے والے وہ ان الفاظ کو بخوف لغزش استعمال کرتے کیونکہ

يقولون ذلك الا تخوفا من الزلل۔ لمعرفتهم	وہ اس خوف کو جو روایت بالمعنی سے پہچانتے
بما في الرواية على المعنى من الخطر	تھے۔

بالجملہ صحابہ و تابعین کے تعامل اور اس تعامل کے اصل و دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ بالمعنی روایت کا صحابہ میں عام رواج نہ تھا۔ بعض لوگوں سے یہ عمل پایا گیا ہے سو بھی نہایت کم۔

اب رہے ان سے پچھلے محدثین و کتب حدیث کے مصنفین جن کے زمانہ میں الفاظ حدیث مقرر و منضبط ہو جانے کے سبب روایت بالمعنی کا رواج ہو گیا تھا چنانچہ عبارت تلویح سے جو اوپر منقول ہوئی معلوم ہوتا ہے ان کی نسبت بھی عام رواج روایت بالمعنی کا دعوےٰ تو کسی وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتا البتہ یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بہ نسبت سابق کسی قدر زیادہ اس کا رواج ہو گیا تھا۔ مگر اس سے ان کے کل مرویات کا یا خاص ان حدیثوں کا جن کو انہوں نے بالمعنی روایت کیا ہے یقینی اعتبار کے لائق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے بالمعنی روایت کی ہے ان کے نزدیک اس روایت کے لئے ایسی احتیاط کی سخت شرطیں مقرر ہیں کہ ان کی شروط کے لحاظ سے معنی مرادہ میں کبھی تغیر واقع نہیں ہوتا اور نہ اس روایت کا جو بالمعنی مروی ہو اعتبار کم ہوتا ہے۔

وہ شروط کئی ہیں جن سب کا مآل و ماحصل یہ ہے کہ حدیث کو بالمعنی وہی شخص روایت کرے جو کلام و محاورات عرب سے خوب واقف و ماہر ہو۔ اور ان تغیرات کو جو تقدیم و تاخیر و تعریف و تنکیر و فصل و وصل و تخصیص و تعمیم و ایجاز و اطناب وغیرہ وجوہات کے اختلاف سے کلام میں واقع ہوتے ہیں پہچانتا ہو۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی محصول میں فرماتے ہیں۔

المسئلة الخامسة يجوز نقل الخبر بالمعنى	پانچواں مسئلہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہے
وهو مذهب الشافعي وابي حنيفة وابي	اور یہی شافعی اور ابو حنیفہ و ابو الحسین بصری کا قول ہے
الحسين البصري خلافا لابن سيرين و	جس میں ابن سیرینؒ (تابعی) اور بعض محدثین کا خلاف ہے
بعض المحدثين ولكن بشرائط ثلثة	ولیکن جواز کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ
اولها ان لا تكون الترجمة قاصرة	وہ لفظ جس میں معنی اصل لفظ کو بیان کیا جاتا ہے۔
عن الاصل في الافادة وثانيها ان لا	معنی کے بیان میں اصل لفظ سے کم تر نہ ہو۔ دوسری
يكون فيها زيادة ولا نقصان وثالثها ان	یہ کہ اس میں کچھ زیادتی اور نقصان نہ ہو۔ تیسری یہ کہ

يكون الترجمة مساوية للاصل في الخفاء والجلاء لان الخطاب يقع تارة بالمحكم وتارة بالمتشابه لحكم واسرار استاثر الله بعلمها فلا يجوز تغييرها عن وضعها (محصول)

وہ لفظاً اصل لفظ سے ظاہر المعنی و خفی ہونے میں برابر ہو کیونکہ شارع کا خطاب کبھی واضح و یقینی نص سے ہوتا ہے کبھی متحمل الفاظ سے۔ ان حکمتوں اور بھیدوں کی نظر سے جن کو غیر خدا کوئی نہیں جانتا اس لئے کہ ان کو اصل وضع سے بدلنا جائز نہیں۔

اور امام ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں فرمایا ہے۔

والخامس اذا اراد رواية ما سمعه علے معناه دون لفظه فان لم يكن عالما عارفا بالالفاظ ومقاصدها خبيرا بما يختل معانيها بصيرا بمقادير التفاوت بينهما فلا خلاف انه لا يجوز له ذلك وعليه ان لا يروي ما سمعه الا علے اللفظ الذي سمعه من غير تغيير فاما اذا كان عالما عارفا بذلك فهذا مما اختلف فيه السلف والخلف وارباب الفقه والاصول فجوزه اكثرهم ولم يجوزه بعض المحدثين وطائفة من الفقهاء والاصوليين من الشافعيين وغيرهم ومنعه بعضهم في حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم واجازه في غيره والاصح جواز ذلك في الجميع اذا كان عالماً عارفا بما وصفناه قاطعا بانه ادى معنى اللفظ الذي بلغه (علوم الحديث مشهور به مقدمہ ابن الصلاح)

پانچویں تصریح جب کوئی اپنی سنی ہوئی روایت کو بالمعنی اصل الفاظ کے سوائے نقل کرنا چاہے۔ تو اگر وہ عالم نہیں ہے جو الفاظ و اغراض کو پہچانتا ہو۔ ان تغیرات سے (جن سے معانی کلام میں خلل واقع ہو) باخبر ہو۔ معانی کے باہمی تفاوت کو جانتا ہو۔ ایسے شخص کو جو ان صفات سے عاری ہو بالمعنی روایت جائز نہیں۔ اس پر اسی لفظ سے حدیث روایت کرنا واجب ہے جس لفظ سے اس نے سنی ہو۔ اور اگر وہ عالم ہے اور ان سب باتوں کو پہچانتا ہے۔ تو اس کے بالمعنی روایت میں اختلاف ہے اکثر آئمہ سلف و اہل حدیث و اہل فقہ و اہل اصول اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض محدثین و فقہا اور اصولیوں کی ایک جماعت اس سے مانع ہیں۔ بعض حدیث رسول اللہ میں منع کرتے ہیں۔ غیر کی کلام میں روایت بالمعنی جائز رکھتے ہیں اور قول صحیح اس باب میں یہ ہے کہ ہر کسی کے قول کو (آنحضرت صلعم کا ہو خواہ غیر کا) بالمعنی روایت کرنا جائز ہے۔ جب کہ بالمعنی روایت کرنے والا ان باتوں کو جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ جانتا ہو اور اصل مطلب و مراد کے اپنی روایت بالمعنی میں ادا ہو جانے کا یقین رکھتا ہو۔

ایسا ہی بعینہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں اور طیبی نے اپنے اصول میں کہا ہے۔ اور اس باب میں امام محمد بن علی شوکانی نے کتاب ارشاد الفحول[1] میں عجیب تفصیل کی ہے جو نواب سید محمد صدیق حسن خاں کی کتاب منہج الوصول میں بزبان فارسی منقول ہے۔ اس مقام میں اس کا نقل کرنا زیادت بصیرت ناظرین کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

در ارشاد الفحول نوشتہ راوی را در نقل مسموع خود چند حال ست۔ اول آنکہ روایتش بلفظہ کند وایں کس اداے امانت کرد۔ چنانچہ شنیدہ بود ہم چناں رسانید ولیکن ایں وقتیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن مقالہ را بجواب سوال سائل فرمودہ باشد واگر جواب از ذکر سوال مستغنی است۔ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ماء البحر ھو الطھور ماؤہ والحل میتہ راوی در ذکر و ترک سوال مخیر باشد واگر مستغنی نیست کمافی سوالہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر فقال اینقص اذا جف فقیل نعم فقال فلا اذن پس ذکر سوال لابد باشد ہم چنیں اگر جواب متحمل دو امر است ونقل راوی متحمل یک امر پس لابد باشد از ذکر سوال دبر دہر تقدیر ذکر سوال وسبب ہمراہ ذکر جواب وآنچہ بر سبب وارد شدہ اولی از ہماں است۔ **دوم** آنکہ روایتش بغیر آں لفظ کند یعنی بمعنی نماید ودر آں ہشت مذہب است یکے آنکہ جائز ست از عارف بمعانی الفاظ نہ از غیر عارف کہ اورا روایت بالمعنی جائز نیست۔ قاضی در تقریب گفتہ بالاجماع وبعض شرط کردہ اند کہ لفظ مرادف عارف مثل جلوس مکان قعود بالعکس۔ وبعض شرط مساوات اصل در جلاد خفا کردہ اند۔ وگفتہ کہ بجائے جلی وعام ومطلق دامر دون او در جلاد خصوص وتقید وخبر نیارد۔ ونہ عکس آن۔ وبعض شرط کردہ اند کہ خبر ازاں جنس نباشد کہ بداں متعبد بودہ ایم مثل الفاظ استفتاح وتشہد وایں شرط ضروریست وقد قیل انہ مجمع علیہ وبعضے شرط کردہ اند کہ خبر مذکور از باب تشابہ نبود مثل احادیث صفات وکیا طبری برآں حکایت اجماع کردہ زیرا کہ معلوم نیست کہ لفظ متکلم راوی ساوی لفظ متکلم نبوی است یا نہ واحتمال وجوہ تاویل مثل اصل لفظ دارد یا نہ و بعض شرط کردہ اند کہ خبر مذکور از جنس جوامع الکلم نہ باشد واگر باشد کقولہ انما اعمال بالنیات

---

[1] ص۵۲ طبع مطبعة السعادة مصر

ومن حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ و۔ الحرب خدعۃ۔ و۔ الخراج ضمان۔ والعجماءُ حیا۔ و۔ البینۃ علی المدعی۔ روایتش بالمعنی جائز نبود و بعض شرط کردہ اند کہ جز از احادیث طوال نباشد۔ در احادیث قصار روایتش بالمعنی جائز بود۔ و نیست وجہ برائے ایں شرط۔ ابن الانباری در شرح برہان گفتہ ایں مسئلہ را سہ صورت است۔ یکے تبدیل لفظ بمرادف او مثل جلوس و قعود ایں جائز است بلا خلاف۔ دوئم اطراد دلالتش بر آنچہ لفظ اول بر آں دال بود بدوں قطع بدان و نیست خلاف در امتناع تبدیل۔ سوئم قطع بفہم معنی و تعبیر ازاں بعبارتیکہ دال بر آں معنی مفہوم باشد۔ قطعاً بغیر آنکہ الفاظ مترادفہ باشد و ایں موضع خلاف است۔ و اکثر اہل علم بر انند کہ اگر قطع بفہم معنی مستند بسوئے لفظ مجردہ یا بقرائن حاصل شود ملتحق بمرادف باشد۔ دوئم منع است[1] الخ

ان شہادتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن (محدث) لوگوں کا روایت بالمعنی پر عمل رہا ہے ان کے نزدیک اس روایت بالمعنی کے لئے ایسی سخت شرطیں مقرر ہیں کہ ان شروط کی پابندی سے بالمعنی روایت کرنے میں تغیر مراد ممکن نہیں ہے۔ پھر ان کی کل مرویات یا خاص ان روائیتوں کو جن کو انہوں نے بالمعنی روایت کیا ہے۔ کم اعتبار یا بے اعتبار ٹھہرانا کیا معنی رکھتا ہے۔

شاید یہاں کوئی یہ اعتراض کرے کہ بے شک یہ شرطیں ایسی ہیں کہ ان کی پابندی سے تغیر مراد ممکن نہیں ہے مگر یہ کیا ضرور ہے کہ جس شخص نے (محدثین) سے کسی حدیث کو بالمعنی روایت کیا ہو۔ اور ان شروط کا پابند رہا ہو۔ جائز ہے کہ انہوں نے ان شروط کا عمداً لحاظ نہ کیا ہو۔ یا اپنی طرف سے ان کا لحاظ کیا ہو پر واقع میں نہ ہوا ہو۔ اپنے خیال میں انہوں نے اصل الفاظ حدیث کو ایسے الفاظ سے بدلا ہو جن کو اپنے خیال میں اصل الفاظ کے معنی سے متفق غیر مختلف سمجھا ہو۔ اور واقع میں وہ الفاظ ایسے نہ ہوں۔ ان الفاظ اور اصل الفاظ حدیث میں بہت فرق ہو۔ اور چونکہ ہر ایک حدیث کتب محدثین (حتٰے کہ بخاری و مسلم) میں اس امر کا احتمال ہے اس لئے ان کی کل مرویات لائق اعتبار نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ضعیف راویوں کی روایات سے تو یہاں بحث و نزاع ہی نہیں۔ محل نزاع صرف ثقہ (عادل و ضابط) راویوں کی روایات بالمعنی ہیں (جن کا عدل و ضبط و دیانت و امانت فریقین کے نزدیک مسلم ہے) ایسی راویوں کی روایات بالمعنی میں یہ احتمال تجویز کرنا کہ وہ عمداً معنی حدیث کو بدل دیں گے۔ یا باوجود ارادہ حفاظت اصل معنی کو ادا نہ کر سکیں گے۔ کچھ نہ کچھ اس میں تغیر کر ڈالینگے

---

[1] صـ ۱۴۶ طبع بھوپال۔

ان کی ثقہ (عادل و ضابط) ماننے کے مخالف ہے اور یہ کہنا دو امر متناقض کا قائل ہونا ہے جس شخص کی عدالت و دیانت کو تسلیم کیا جاوے اس کے نسبت کیونکر تجویز کیا جا سکتا ہے کہ وہ عمداً آنحضرتؐ کے معنی مراد کو بدل ڈالے اور جو آنحضرتؐ نے نہیں فرمایا وہ آنحضرتؐ پر افترا کرے۔ اور جس شخص میں صفت ضبط کا وجود مان لیا جاوے جس میں درصورت روایت بالمعنی حدیث کے معنے سے واقف ہونا اور اس کے تغیر کو پہچاننا بھی داخل ہے (کما قالہ الطیبی وغیرہ فی کتب الاصول) اس کی نسبت کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ بوقت روایت بالمعنی حدیث کا اصل مطلب نہ سمجھے گا اور نادانستہ اس سے تغیر واقع ہوگا۔

ان دونوں احتمالوں کو ان لوگوں کا عادل و ضابط ہونا اٹھاتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو بالمعنی روایت کریں گے تو ضرور تغیر معنی کا لحاظ کریں گے۔ اور غالباً[1] وہ اس میں خطا نہیں کریں گے اور اگر ان کے ظاہر حال ضبط و عدالت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور کوئی راوی ثقہ (سچا اور باضبط) نہیں ہے تو پھر انکی روایت بالمعنی میں یہ احتمال نکال کر تغیر تجویز کرنا اور اس ٹٹی کی آڑ میں حدیث نبوی کا شکار کرنا کیا ضرور ہے۔ اس صورت میں صاف کہنا چاہیئے کہ کوئی حدیث (بالمعنی مروی ہو خواہ بلفظہٖ) لائق اعتبار نہیں جس حدیث کو لفظی روایت فرض کیا جاتا ہے اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ اس کا راوی اصل لفظ نبوی کو بھول گیا ہو۔ اس نے عمداً اس لفظ کو بدلا دیا ہو۔ اس حالت میں اہلحدیث کو ان احتمالات کے جواب سے تعرض ضروری نہ ہوگا۔ بلکہ حدیث کے راویوں کا ثقہ (سچا و باضبط) ہونا ثابت کر دینا کافی ہوگا جو آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہے۔ اور ہنوز معترض کو بھی اس سے ظاہری انکار نہیں ہے۔ (چنانچہ اس امر کی تصدیق اس کے کلام آئندہ میں موجود ہے)

اس سے خود بخود ان احتمالات کا جواب یہی پیدا ہوگا کہ ان راویوں کا ثقہ (سچا اور باضبط) ہونا ان احتمالات کو اٹھاتا ہے اور ظن غالب بتاتا ہے کہ راویوں کی روایات میں لفظی ہوں خواہ معنوی عمداً یا خطاً تغیر واقع نہیں ہوا۔

اس[2] جواب کی تائید میں ہم ایک دو اقوال علمائے متقدمین کو پیش کرنا مناسب سمجھتے اور اس میں اس امر کا اظہار مدنظر رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے۔ یہ صرف ہمارا خیال نہیں ہے پہلے دانشمندوں نے بھی ایسا

---

[1] اس لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اخبار احاد میں صدق و عدم خطا و کذب غلبۂ ظن سے ہوتا ہے اور یہی غلبہ اس میں کافی ہے۔ یقین صدق و عدم خطا خبر متواتر میں ضروری ہے۔

[2] اس تمہید میں معترضین کے اس سوال کا جواب ہے کہ ہم علمائے اسلام اصولیین وغیرہ کے مقلد نہیں ہیں کہ ہمارے جواب میں ان کے اقوال کو پیش کیا جاتا ہے۔

ہی خیال کیا ہے۔

تغییر المخبر من الراوی بعد ثبوت عدالته وضبطه امر موهوم والظاهر انه یروی کما سمع ولو غیر بتغییره علی وجه لا یتغیر المعنی هذا هو ظاهر احوال الرواة العدول خصوصًا من الصحابة لمشاهدتهم احوال النصوص وهم اهل اللسان (فصول)

کتاب فصول میں ہے کہ راوی کے عدالت و ضبط ثابت ہو جانے کے بعد اس کا روایت کو بدل دینا ایک وہمی بات ہے اس کا ظاہر حال یہی چاہتا ہے کہ وہ جیسا سنتا ہے ویسا ہی روایت کرتا ہے اور اگر اس کو بدلتا ہے تو اس طور پر بدلتا ہے جس سے معنی میں تغیر واقع نہ ہو۔ ظاہر حال (عموماً) راویوں کا اور خصوصاً صحابہؓ کا یہی ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث کے حالات کا مشاہدہ کرتے اور وہ اہل زبان تھے

اور کتاب غایۃ التحقیق میں ہے جو شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز کی تالیف ہے۔

قال صدر الاسلام وابو الیسر والیه مال اکثر العلماء لان التغییر من الراوی بعد ثبوت عدالته وضبطه امر موهوم والظاهر انه یروی کما سمع ولو غیره لغیره علی وجه لا یتغیر المعنی هذا هو الظاهر من احوال الصحابة ورواة العدول لان الاخبار وردت بلسانهم فعلمهم باللسان یمنع عن غفلتهم عن المعنے وعدم فهمهم ایاه وعدالتهم وتقواهم ترفع تهمته الزیادة والنقصان علیه

(تحقیق شرح حسامی)

صدر الاسلام اور ابو الیسر نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اسی کی طرف میلان ہے کہ راوی کا مجتہد ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ غیر فقیہ راوی کا حدیث کو بدل دینا اس کی عدالت و ضبط ثابت ہو جانے کے بعد ایک وہمی امر ہے ظاہر بات یہی ہے کہ وہ جیسے حدیث سنتا ہے ویسی روایت کرتا ہے اور اگر وہ کچھ اس میں تغیر الفاظ کرتا ہے تو ایسی وجہ سے کرتا ہے کہ اصل معنی میں فرق نہ ہو۔ صحابہؓ اور عموماً عادل راویوں کا ظاہر حال یہی ہے اس لئے کہ احادیث ان کی زبان میں وارد ہیں۔ پس ان کا اپنی زبان سے واقف ہونا ان کو حدیث کے روایت کرنے میں غفلت کرنے اور اس کے معنی نہ سمجھنے سے روکتا ہے اور ان کا عادل و متقی ہونا عمداً کمی بیشی کرنے سے مانع ہے

اس تفصیل سے بخوبی ثابت ہوا ہے کہ ثقہ راویوں کی روایات بالمعنی میں تغیر مراد (عمداً یا خطأً) کا احتمال نہیں۔ اور اس احتمال کے خیال سے اس قسم کی روایات بے اعتبار یا کم اعتبار نہیں ہو سکتیں۔ اس احتمال کو ان راویوں کا ثقہ (عادل و ضابط) ہونا اٹھاتا ہے۔ اور اس سے ان کے روایات کا لائق اعتبار و قبول ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(باقی)